حکیم الاسلام قاری طیب قاسمی کا سیرت نگاری میں اسلوب تمثیل

Hakim ul Islam Qari Tayyab Qasmi style of acting in biography

Syed Ihsan ullah shah
PhD scholar, Department of Islamic and religious studies,
The University of Haripur, kp, Pakistan
Email: abuhamzahamdani@gmail.com

Dr.Atta ullah
Assistant professor, Department of Islamic and religious studies,
The University of Haripur, kp, Pakistan
Email: attaullahumarzai@gmail.com

ISSN (P):2708-6577
ISSN (E):2709-6157

Abstract

Hakim ul Islam Qari Muhammad Tayyab Qasmi was a great scholar, preacher and Sirah writer of the 21st century. His valuable speeches and writings on different topics, which are his memories, are published now as books. Every Sirah writer has his own specific style and approach. Qasmi sahib adopted the allegorical method in all disciplines and especially in Sirah writing, which is expressed in his writings.

This research paper gives a brief introduction of Qasmi sahib and his services and discusses the said approach including the meaning and objectives of allegory with the reference of some examples from his writings. here are some examples of his allegorical style :the interpretation of saraja munira ,the two births of the prophet (ﷺ)spiritually and physically ,why the prophet (ﷺ)suffered more than all prophets in the work of prophethood? ,the meaning of the end of prophethood and the completion of religion as important topics are described in such a way that not only makes it easier to preach with easy narration but also adds an important chapter in biography of prophet (ﷺ).

Keywords: *Sirah ,preacher, saraja munira, prophethood, biography*

خاندانی تعارف اور ولادت

اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں چند پاک نفوس کو اپنے دین متین کی خدمت اور عامۃ الناس کے فائدے کے لئے پیدا فرماتے ہیں انہی میں سے ایک حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ اور آپ کا خاندان بھی ہے۔ آپ کا خاندان کئی پشتوں سے علم و تربیت انسانی کا مرکز رہا ہے۔ نسبی لحاظ سے آپ کا شجرۂ نسب صدیق اکبرؓ سے ملتا ہے[1] آپ کے والد محترم احمد قاسمیؒ ایک جلیل القدر عالم اور متورع انسان تھے اور اپنے والد گرامی کی زندگی میں ہی وصال فرما گئے تھے۔ آپ کے دادا قاسم العلوم والخیرات قاسم نانوتویؒ دارالعلوم دیوبند کے بانی، تحریک آزادی کے عظیم مجاہد، علم المناظرہ کے امام اور عالم المنقول والمعقول ہستی تھے جن کی للٰہیت اور شخصیت سازی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپؒ نے ایک انار کے درخت کے نیچے ایک دینی تعلیم و تعلم کے ادارے کی بنیاد رکھی جہاں سے علم کی نور کی کرنیں چار دانگ عالم میں پھیلیں، آپؒ کی ولادت اسی ہستی کے علمی گھرانے میں ۱۳۱۵ھ بمطابق جون ۱۸۹۷ء کو قصبہ دیوبند میں ہوئی۔[2] آپ کے تین نام رکھے گئے جن میں دو تاریخی نام ہیں خورشید قاسم اور مظفر الدین اور تیسرا محمد طیب تجویز ہوا اور اسی نام سے شہرت بھی ملی۔[3]

تعلیم و تربیت

آپ کا بچپن ہی علم و آگہی سے شروع ہوتا ہے آپ کو گھٹی دینے والے اپنے زمانے کے اکابر مولانا ذوالفقار دیوبندیؒ جیسی ہستیاں ہیں۔ آپؒ جب درسگاہ جانے کے قابل ہوئے تو سب سے پہلے قرآن مجید مولانا قاری عبد الواحد خانؒ سے حفظ کیا پھر درجہ فارسی کی تمام کتب مولانا یٰسینؒ سے پڑھیں ساتھ ساتھ حساب، جیومیٹری وغیرہ علوم بھی سیکھے۔ اس کے بعد ۱۳۳۷ھ تک آپ کی درس نظامی کی تکمیل ہوئی اس دوران آپ نے دارالعلوم کے بڑے بڑے اساتین علم سے استفادہ کیا جن میں سے چند حضرات یہ ہیں: مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد ابراہیم بلیلاویؒ، مولانا رسول خانؒ، مولانا انور شاہ کاشمیریؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الہند محمود الحسن دیوبندیؒ سے درسی کتب کی تکمیل کی۔ دینی تعلیم کی تکمیل کے ساتھ ساتھ فن سپہ گری امیر شاہ صاحب سے، خوش نویسی اور جلد سازی منشی محبوب علی میرٹھیؒ سے سیکھے۔ سلوک کے سلسلے میں سب سے پہلے حضرت شیخ الہند کے ہاتھ پر بیعت کی پھر ان کے بعد علامہ انور شاہ کاشمیریؒ سے تعلق رہا مگر باضابطہ بیعت نہیں کی حضرت کاشمیری کی ہدایات پر عمل کرتے رہے۔ ۱۳۴۵ھ باقاعدہ طور پر آپ نے حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔

دینی خدمات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عوام کے لیے نافع اور ہر دلعزیز بنایا آپ کی خدمات بہت زیادہ ہیں اور دین کے ہر میدان میں خاطر خواہ خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپؒ کی زندگی کے تمام گوشوں کو اجاگر کرنے کے لئے الگ ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے تاہم اس آرٹیکل میں مختصر طور پر آپ کے تدریسی خدمات، منبر و محراب کی خدمات اور تالیفی و تصنیفی خدمات پر تحقیقی روشنی ڈالتے ہیں۔ ۱۳۳۷ھ تا ۱۳۴۳ھ تدریس کے شعبہ سے وابستہ رہے مگر اہتمام وانتظام مدرسہ کی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے یہ سلسلہ زیادہ دیر قائم نہ رکھ سکے اور ۱۳۴۳ھ سے قائم مقام مہتمم پھر ۱۳۴۸ھ میں باقاعدہ اہتمام مدرسہ کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی گئی۔ آپ نے بطور مہتمم دارالعلوم دیوبند کو ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچادیا۔ آپ کی خدمات سب سے زیادہ منبر و محراب اور تقریر و وعظ سے متعلق ہیں جس کے لیے آپ کا چناو اللہ نے بچپن سے ہی کر دیا تھا اسی لیے آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بچپن سے ہی تقریر کرنے کا شوق تھا بڑے بڑے جلسوں اور محافل میں شرکت کی بلکہ کئی ممالک کے سفر کیے جیسے برما، افریقہ، افغانستان، شام، مصر، سعودی عرب وغیرہ۔ پوری دنیا میں مختلف موضوعات پر آپ کے خطبات شہرت کے حامل ہیں اور ان خطبات کو آج کتابی اور تحریری شکل دی جارہی ہے ان ہی میں سے ایک اچھی کاوش مولانا محمد ادریس ہوشیارپوری صاحب کی ہے جنہوں نے آپ کے خطبات کو بارہ جلدوں میں خطبات حکیم الاسلام کے نام سے ترتیب دے کر شائع کیا ہے جو کہ ہر موضوع سے متعلق بیش بہا معلومات کا ذخیرہ اور قارئین کے لیے انتہائی نفع بخش ہیں۔ "اجتہاد اور تقلید "احناف کانفرنس انڈیا میں، "اسلام میں تعلیم کی اہمیت" مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان، "حقیقت نکاح "کراچی، "سرکاری عربی مدارس کے نصاب کی ترتیب وتدوین" لکھنو، "فکر اسلامی کی تشکیل جدید" کراچی، "فلسفہ نماز و تبلیغ " کمپنی باغ راولپنڈی، "اسوہ حسنہ رسول کریم ﷺ "اردو پارک دہلی، "علم اور زیادت علم" دارالعلوم کراچی، "عقیدہ اور عمل" مدرسہ اسلامیہ لاہور، "مذاہب عالم میں اسلام کے تین بنیادی امتیازات" تعلیم القرآن شیر انوالہ گیٹ لاہور چند اہم خطبات ہیں۔ تصنیف کے میدان میں بھی آپ نے اہم موضوعات پر کافی کام کیا ہے ان میں سے چند اہم تصانیف یہ ہیں: آفتاب نبوت ﷺ "آنکھ کی کہانی" ارمغان دارالعلوم "اسلامی تہذیب وتمدن" اصول دعوت اسلام " حدیث رسول کا قرآنی معیار" خاتم النبیین" سیرت خاتم الانبیا" شان رسالت" شرعی پردہ" مشاہیر امت "علمائے دیوبند کا دینی رخ اور

مسلکی مزاج" فلسفہ نعمت ومصیبت "میلا د النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حقیقت" نسب اور اسلام "دو قومی نظریہ پر ایک نظر "شہید کربلا اور یزید" عالم انسانیت کا مکمل قانون "مسئلہ تقدیر "تعلیمات اسلام اور مسیحی برادری" انسانیت کا امتیاز "[4]

آپؒ نے اپنی تقریر وتحریر میں سیرت کے مباحث کو سمجھانے کے لئے تمثیل سے بہت کام لیا ہے اور انتہائی آسان اسلوب میں سیرت کے اہم مسائل سمجھانے کا فریضہ بخوبی نبھایا ہے۔

تمثیل کا مفہوم

تمثیل عربی لغت میں ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل سے مصدر کا صیغہ ہے جس کے معنی مثال، نظیر، تشبیہ اور تصویر کشی کے آتے ہیں ۔الہرویؒ فرماتے ہیں یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی چیز دوسری چیز کے مثل ہو اور ایک چیز کی دوسری چیز سے تشبیہ کے لئے تمثال کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کی جمع تماثیل آتی ہے۔ یہ لفظ ایسی مصنوعہ چیزوں پر بولا جاتا ہے جو اللہ کی مخلوق میں سے کسی سے مشابہ ہو۔[5] تماثیل کا لفظ قرآن میں بتوں کے لیے استعمال ہوا ہے کیونکہ وہ بت انبیا کی شبیہوں کے طور پر بنائی گئی تھیں اور انبیا اللہ کی مخلوق ہیں۔[6] مناطقہ کے نزدیک تمثیل کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ حکم کا اس طور پر ثابت کرنا کہ اس کے ایک جز کا ثبوت دوسری چیز میں معنیٰ مشترک کی وجہ سے پایا جائے کہ اس حکم سے متعلق ان دونوں چیزوں میں ایک موثر ہوتا ہے اسی موثر کے لیے علت کا لفظ بولا جاتا ہے اور اس کے اشتراک کی وجہ سے دوسری چیز پر حکم لگایا جاتا ہے جسے فقہا کے نزدیک قیاس کہا جاتا ہے۔[7]

قرآن وسنت میں تمثیل اور اس کے ہم معنیٰ الفاظ کا استعمال

1- يَعْمَلُونَ لَهُ ما يَشاءُ مِنْ مَحارِيبَ وَتَماثِيلَ وَجِفانٍ كَالْجَوابِ وَقُدُورٍ راسِياتٍ اعْمَلُوا آلَ داوُدَ شُكْراً وَقَلِيلٌ مِنْ عِبادِيَ الشَّكُورُ[8] (وہ جو چاہتے یہ ان کے لیے بناتے یعنی قلعے، مجسمے اور لگن جیسے بڑے بڑے تالاب اور دیگیں جو ایک ہی جگہ رکھی رہیں۔اے داود کی اولاد میرا شکر کرو اور میرے بندوں میں کم شکر گزار ہیں)

2۔ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ[9] (جبکہ اس نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟)

ان دونوں آیات میں لفظ تماثیل ان بتوں اور مورتیوں کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے جو بے حس و حرکت تھے اور مختلف صور میں متشکل تھے کچھ تو انسانی شکل کے تھے جنہیں مشرک برگزیدہ خیال کرکے پوجتے تھے اور کچھ جانوروں اور دوسری صورتوں میں تھے جیسا کہ امام طبریؒ نے ابن جریجؒ کا قول نقل کیا ہے کہ بعض بت گائے کی صورت میں تھے جیسا سامری نے بچھڑا بنایا تھا۔[10]

3-وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ[11] (اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے کہ انہیں بیماریاں اور مصائب پہنچیں)

4- مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ[12] (اللہ کے راستے میں اموال خرچ کرنے والوں کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سے سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہتا ہے بڑھا کر دیتا ہے اور اللہ کشادگی والا اور علیم ہے)

ان آیات میں سے پہلی میں سابقہ امم کے آلام ومصائب سے مثال دی گئی ہے کہ مصائب میں جو مسائل ودشواریاں اور تنگیاں ہوتی ہیں وہ اگرچہ مشترک ہیں مگر ان کے مصائب بہت سخت تھے جبکہ دوسری آیت میں صدقات وانفاق فی سبیل اللہ کے اجر کے نمو کو دانے کے

پرورش اور اس کے دانوں میں بڑھوتری سے مثال دی گئی ہے کیونکہ دونوں میں تشبیہ نمو وبڑھوتری ہے۔ اسی طرح کی اور آیات میں جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے نظیر کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔

5۔ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي[13] (جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا یا میری صورت ومثل میں نہیں آسکتا)

6۔إِنَّكَ لَسْتَ مَثَلِي إِنَّهُ يَأْتِينِي الْمَلَكُ وَلَسْتُ مِثْلَكَ[14] (تو میری طرح نہیں کیونکہ میرے پاس فرشتہ آتا ہے اور نہ ہی میں تجھ جیسا ہوں). دونوں روایات حدیث میں نظیر، تشبیہ ومثل کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔

تمثیلات القرآن کے مقاصد

1۔ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ[15] (اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتے ہیں)

2۔ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ[16] (اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتے ہیں تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں)

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مثالوں کو بیان کرنے کا مقصد اپنا علم بتایا ہے اور اللہ تعالیٰ حکیم ودانا ہیں اور آپ کی باتیں بھی حکمت سے بھری ہیں جبکہ دوسری آیت میں مثالوں کے بیان کا مقصد لوگوں کی تذکیر ونصیحت بتایا ہے کیونکہ دین فطرت کے تعارف اور تدبر وتذکر کے لیے یہ انداز انتہائی بلیغ ہے اسی طرح ظاہری حقائق اور اعمال کے نتائج تمثیلی نقشوں سے اتنے قریب ہوجاتے ہیں کہ قرآن کا سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔ یہ مثالیں اسرار ورموز کا خزانہ ہے اور اس سے بیان بھی آسان ہوجاتا ہے اگرچہ لوگوں کا حق سے محرومی کا سبب اور ایمانی حقائق سے اعراض ان کی ذاتی کمزوریاں اور دنیاوی لذتیں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمثیلات کے ذریعے دنیا اور دنیاوی زندگی کی کم مائیگی وبے ثباتی کا نقشہ کھینچا ہے تا کہ ایک ایک حالت محسوس بن کر سامنے آجائے۔[17]

3۔ فَإِنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجُهٍ: حَلَالٍ وَحَرَامٍ وَمُحْكَمٍ وَمُتَشَابِهٍ وَأَمْثَالٍ، فَاعْمَلُوا بِالْحَلَالِ وَاجْتَنِبُوا الْحَرَامَ وَاتَّبِعُوا الْمُحْكَمَ وَآمِنُوا بِالْمُتَشَابِهِ وَاعْتَبِرُوا بِالْأَمْثَالِ[18]

ابوہریرہؓ نے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک قرآن کا نزول ان پانچ وجوہ پر ہوا ہے حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال۔ تو تم حلال پر عمل کرو اور حرام سے بچو، محکم کی اتباع وپیروی کرو، متشابہ پر ایمان لاو اور امثال سے عبرت حاصل کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمثیلات وتشبیہات قرآنی سے مقصود عبرت ونصیحت کا حصول ہے تا کہ انسان ان میں غور وفکر کرکے دنیا کی بے ثباتی وناپائیداری اور زوال پذیری وفنائیت کو جان کر خدا تعالی پر ایمان لائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے۔[19]

شیخ عزالدین بن سلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے قرآن میں امثال اس لیے بیان فرمائی ہیں تا کہ اس سے بندے نصیحت و یاددہانی حاصل کریں اور جو بھی امثال ہیں یہ اجر وثواب میں فرق، کسی عمل کے ضیاع کے نقصان یا کسی عمل کی مدح وذم جیسے احکام پر دال ہیں۔ امام شافعیؒ نے امثال کی معرفت کو ان امور میں شامل کیا ہے جو مجتہد کے لیے ضروری ہیں۔ امام ماوردی فرماتے ہیں کہ علوم القرآن میں سے بڑا اہم علم امثال القرآن ہے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ امثال القرآن سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں انہی میں سے وعظ ونصیحت، کسی کام پر ابھارنا، کسی کام پر توبیخ، مراد کو عقل کے قریب کرنا اور اس کی تصویر کو محسوس صورت میں پیش کرنا ہیں کیونکہ امثال معانی کو اشخاص کی صور اپناتے

ہیں۔[20] امام زرکشی فرماتے ہیں: امثال کی حکمت بیان کی تعلیم ہے اور یہ شریعت کی خاصیات میں سے ہے اور مثال سے کسی چیز کے بیان میں مدد ملتی ہے۔ امام زمخشری فرماتے ہیں کہ تمثیل معانی کو ظاہر کرتی اور متوہم کو مشاہد کے قریب کرتی ہے۔[21]

اس توجیہ کا حاصل یہ ہوا کہ تشبیہ و تمثیل سے بہت سی باتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں اور مدعا کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ کسی کلام کی خوبی وحسن یہ ہوتی ہے کہ تھوڑے سے الفاظ میں کئی باتیں واضح ہو جائیں اور یہ چیز تشبیہ و تمثیل میں بدرجہ کمال پائی جاتی ہیں جیسے کسی انسان کے حسن رنگت کو بیان کرنا مقصود ہو تو اس کے لیے یہ کہا جائے کہ اس کا رنگ سرخ سفیدی مائل ہے تو اس سے ذہن کئی چیزیں میں پڑ کر متوہم ہو سکتا ہے اور اگر اس کو یوں بیان کیا جائے کہ اس کا چہرہ گلاب جیسا ہے تو فوری طور پر ذہن میں چہرے کا حسن دلفریبی اور تازگی ذہن میں آجائے گی[22] جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ[23] (اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے ان کو مٹی سے بنا کر کہا زندہ ہو جا تو وہ زندہ ہو گیا) عیسیٰ وآدم میں تشبیہ بغیر باپ کے ولادت ہے اور اگر عیسیٰ کا باپ کے بغیر پیدا ہونا الوہیت کی دلیل ہوتا تو یہ وصف آدم میں بدرجہ کمال پایا جاتا ہے کیونکہ ان کے جیسے باپ نہیں تھے اسی طرح ماں بھی نہیں تھی اگر معبودیت کی یہی وجہ ہے تو عیسیٰ سے زیادہ آدم کو الوہیت حاصل ہونی چاہیے حالانکہ نصاریٰ ان کو معبود نہیں مانتے تو اس سے نصاریٰ مبہوت ہو گئے اور ان کے پاس کوئی جواب نہ رہا۔ امام طبری فرماتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت مباہلہ نازل فرمائی ہے۔[24]

حکیم الاسلام کا سیرت نگاری میں اسلوب تمثیل اور چند نمونے

حکیم الاسلام "وَسِرَاجًا مُنِيرًا"[25] کی تشریح میں سیرت کے حقائق و معارف کو تمثیل سے بیان کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم نے اس چھوٹے سے کلمہ میں حضور ﷺ کی بلند پایہ سیرت پر روشنی ڈالی ہے اور یہ بیان کے ذریعہ نہیں بلکہ تمثیل کے ذریعہ ہے۔ تشبیہ کے راستہ سے وجوہ تشبیہ کی طرف توجہ دلا کر مقامات سیرت کو کھول کر بیان کر دیا ہے کہ معمولی فکر سے باآسانی سیرت کو سمجھا جا سکتا ہے اور اس طرح کے انداز بیاں کو اختیار کرنے سے یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ نبوت کے مقامات اور ان سے حاصل شدہ ظاہری وباطنی کمالات کیفیاتی امور ہیں جن کا تعلق بیان سے نہیں بلکہ مشاہدہ سے ہے اور مشاہدہ ان مقامات سے گزرے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ بیان کتنا ہی فصیح وبلیغ اور جامع ہو کیفیت وحقیقت اس کی گرفت میں نہیں آسکتیں اور یہ ایسے ہی جیسے کسی نابالغ بچے کے سامنے جوانی وشباب کی کیفیات کو بیان کیا جائے فصیح وبلیغ انداز بھی اپنایا جائے مگر پھر بھی بچہ شباب کی کیفیت کو سمجھ نہیں سکتا۔ ہاں جب یہ بچہ اس کیفیت کو پہنچے گا تو سمجھ جائے گا۔ تو مقامات نبوت ان نفسانی کیفیات سے بدرجہا بالا، لطیف اور دقیق ہیں جو بیاں میں نہیں لائے جاسکتے اس لیے انہیں عام فہموں کے قریب لانے کے لیے تمثیل وتشبیہ کا راستہ اختیار کیا گیا تاکہ حقائق کو بسہولت سمجھا جا سکے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ معنوی کیفیات کے مماثل کوئی حسی صورت سامنے لائی جائے تو معنوی کیفیت کا سمجھنا ایک حد تک آسان ہو جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ نے اپنی سنت میں بڑے بڑے دقیق مسائل جیسے قیامت، حشر ونشر وغیرہ کو حجت وبرہان کے بجائے تمثیلات سے سمجھایا ہے۔[26]

نبی ﷺ کی دو ولادتیں

ہر انسان کی دو ولادتیں ہوتی ہیں ایک جسمانی ولادت ہے کہ جس وقت انسان پیدا ہوتا ہے اس دنیا میں آتا ہے اور دوسری ولادت روحانی ہوتی ہے وہ اس وقت ہوتی ہے جب انسان عملی زندگی میں قدم رکھتا ہے یا اپنے مقصد حیات کو پہچانتا ہے کیونکہ دنیا میں آنے کا ایک خاص

مقصد ہے جس کے تحت انسان کو جسمانی ولادت حاصل ہوتی ہے۔اسی طرح انبیأ کی بھی دو ولادتیں ہیں ایک ولادت جسمانی اور دوسری ولادت روحانی۔رسول اللہ ﷺ کی بھی دو ولادتیں ہیں ایک ۸،۹ یا ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی جس میں آپ کا جمال وجلوہ جسمانی ظاہر کیا گیا جس سے متعلق آپ کے شمائل پر ایک اچھا خاصا حصہ موجود ہے امام ترمذی نے باقاعدہ ایک کتاب شمائل نبوی تالیف کی ہے جبکہ آپ کی دوسری ولادت چالیس سال میں ہوئی جب آپ کو نبوت عطا کی گئی اور یہی اصل مقصود تھی کیونکہ آپ کی جسمانی ولادت میں عملی زندگی کا پہلو نہیں اور نہ ہی کوئی جسمانی لحاظ سے آپ جیسا ہو سکتا ہے اور نہ کوئی اپنے جسم کو آپ جیسا بنا سکتا ہے اگرچہ آپ کی ولادت کا ذکر بھی خیر وبرکت کا باعث اور عبادت ہے مگر جو آپ ﷺ کی دوسری ولادت ہے یعنی روحانی وہ اصل مقصود ہے اور اسی کی خاطر آپ کو مبعوث کیا گیا۔اسی میں امت کے لیے عملی زندگی کا نمونہ ہے یعنی آپ کے اعمال وطریقہ ہائے زندگی اصل سرمایہ ہے اس کو عام کرنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔[27]

رسول اللہ ﷺ کی تکالیف وایذا دوسرے انبیأ سے زیادہ کیوں ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی نبی کو اس کی قوم نے اتنی تکالیف نہیں پہنچائیں جتنی تکلیف مجھے پہنچی ہے۔

اس حدیث سے جو معلوم ہوا بظاہر واقعات اس کے خلاف ہیں کیونکہ نوح علیہ السلام ساڑھے نو سال تبلیغ کرتے رہے ان کی قوم نے نہیں مانا آپ کو اذیتیں دیں، موسیٰ کو فرعون اور بنی اسرائیل نے کتنی اذیتیں دیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اذیت کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى[28] (اے ایمان والو ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی)، اسی طرح زکریا و یحییٰ علیہما السلام کو ذبح کیا گیا عیسیٰ علیہ السلام کو صولی پر لٹکانے کی ناکام کوشش ہوئی وغیرہ۔ سابقہ انبیأ کے واقعات سے بظاہر ان کی تکالیف زیادہ معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقت میں آپ علیہ السلام کی تکالیف سب سے زیادہ ہیں جیسا کہ آپ کے ارشاد گرامی سے معلوم ہے۔اس کی توجیہ یہ ہے کہ تکالیف یا اذیت کی شدت شفقت ومحبت ہے جتنی زیادہ کسی سے محبت ہوتی ہے اسی قدر اس سے فراق یا محبوب کی طرف سے عدم دلچسپی وبے رخی پر ملال ہوتا ہے تو نبی ﷺ کو اپنی قوم، امت وانسانیت سے جو محبت تھی جس قدر آپ کی ذات عالی شفیق مہربان تھی اتنی شفقت ومحبت کائنات میں کسی انسان میں نہیں تھی اسی وجہ سے آپ نے قوم کی ماریں اور گالیاں برداشت کیں اور اس پر قوم کو ویسا ہی جواب نہیں دیا بلکہ دعائیں دیں تو آپ کی تکالیف اس لیے سب سے زیادہ تھیں کہ آپ کو قوم سے محبت سب سے زیادہ تھی، شدت شفقت ومحبت کی وجہ سے اذیت زیادہ محسوس ہوئی۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا[29] (شاید آپ اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے کہ وہ ایمان نہیں لاتے) حق تعالیٰ اتنی شفقت سے منع کرتے ہیں کہ اس سے آپ کو تکلیف پہنچے۔یہ آپ کا خلق عظیم تھا اسی کی بدولت یہ دین پھیلا ہے۔[30]

ختم نبوت کا مفہوم

ختم نبوت کے معنیٰ نبوت کو قطع کرنے کے نہیں کہ دنیا سے نبوت ختم ہو گئی ہے اگر ایسا ہو تو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ نبوت تو رحمت ہے اور اس کا ختم کرنا زحمت ہے نبی ﷺ نے نبوت کو ختم کر کے رحمت کے بجائے زحمت دی ہے (معاذ اللہ) بلکہ اس کے معنیٰ تکمیل نبوت ہیں نبوت اتنی مکمل ہو چکی ہے کہ اب ضرورت نہیں رہی، تکمیل کے تمام مراتب پورے ہو چکے ہیں اور یہ ایسے ہی ہے جس طرح رات ہوتے ہی فلک پر ستارے آنا شروع ہو جاتے ہیں اور مسلسل آتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ماہتاب بھی آ جاتا ہے۔ان تمام ستاروں سے فلک روشن ہو جاتا ہے رات کا اندھیرا بتدریج کم ہوتا جاتا ہے مگر ختم نہیں ہوتا کیونکہ ان سب ستاروں میں اتنی طاقت نہیں کہ رات کو دھکیل سکیں

لیکن جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہوتا اپنے طلوع کی خبر دیتا ہے تو یکدم تاریکی مٹ جاتی ہے رات کی تمام منازل مٹ جاتی ہیں اور دن روشن ہو جاتا ہے ستارے اور چاند اب بھی روشن ہیں اسی طرح چمک رہے ہیں مگر آفتاب کی روشنی اتنی زیادہ ہے کہ اس کے سامنے تمام اجرام سماوی اور ان کی روشنیاں ماند پڑ گئیں ان سب کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ صرف آفتاب ہی روشنی دے رہا ہے اب دوسرے ستاروں کی ضرورت نہیں رہی اسی لیے دن کو نظر ہی نہیں آتے۔اب ختم نبوت کا مفہوم واضح ہو گیا کہ آدم سے عیسیٰؑ تک نبوت کے ستارے اور ماہتاب آتے رہے مسلسل ایک کے بعد دوسرا، بلکہ ایک ہی وقت میں کئی کئی انبیاؑ آئے۔ نبوت کا فلک چمکتا رہا مگر ضرورت پوری نہیں ہوئی جوں انبیا دنیا سے جاتے تو پھر گمراہی وضلالت پھیل جاتی دین میں تحریف کی جاتی دین میں بگاڑ کے ساتھ ساتھ معاشرتی خرابیاں بھی مگر جب نبوت کا آفتاب کامل آگیا کہ جس پر نبوت کے تمام مراتب اتنے مکمل واکمل ہیں کہ اب کسی کی ضرورت ہی نہیں رہی۔جتنے بھی اعلیٰ وارفع مقام، مراتب ہیں وہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات میں جمع کر دیے گئے ہیں تو تمام اندھیرے چھٹ گئے کیونکہ نور کامل کے سامنے اندھیرا ٹھہر ہی نہیں سکتا اب قیامت تک یہ نور چمکتا رہے گا اسی نور کامل سے سب مستفید ہوں گے۔تو جب تک آفتاب روشن ہے اندھیرا نہیں آتا یعنی غروب تک کسی بھی ستارے یا اور کسی روشنی دینے والی چیز کی ضرورت نہیں تو اسی طرح نبوت کا آفتاب اس وقت غروب ہو گا جب یہ دنیا ہی مٹ جائے گی قیامت برپا ہو گی یعنی قیامت تک نبوت کی ضرورت مکمل ہو چکی ہے اسی لیے کوئی نیا نبی دنیا میں نہیں آئے گا۔[31]

آفتاب سب سے آخر میں افق آسمان پر طلوع ہوتا ہے اور اس سے پہلے ماہتاب طلوع ہوتا ہے ماہتاب کی روشنی دوسرے ستاروں سے زیادہ ہوتی ہے وہ آفتاب کی آمد کی خوشخبری دیتا ہے تو صبح صادق ہو جاتی ہے جو کہ آفتاب کی ہی وجہ سے ہے۔ آفتاب جوں طلوع ہوتا ہے تو ماہتاب کی روشنی بھی ماند پڑ جاتی ہے تو آفتاب دعویٰ کرے کہ انا خاتم الانوار تو اس کا دعویٰ بالکل بجا ہے کیونکہ اس کے بعد تو کوئی ستارہ طلوع ہی نہیں ہوتا اور نہ کبھی ہو گا۔تو یہ اسی صورت میں ممکن ہو گا جب آفتاب غروب ہو جائے یعنی دن ختم ہو جائے۔ آسمان دنیا کا آخری ستارہ آفتاب ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ خاتم الانوار ہے اور اس کا دعویٰ صحیح ہے وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اس سے پہلے والے ستارے نے اس کی آمد کی خبر دی ہے اور اپنے لیے دعویٰ خاتم الانوار نہیں کیا اور نہ ہی اسے بجا تھا اسی طرح آسمان نبوت کا حال ہے۔ آسمان نبوت کے آخری ستارے ماہتاب نبوت نے اپنے بعد آنے والے ستارے کی خبر دی ہے "إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ[32] (میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات نازل ہوئی ہے اس کی تصدیق کرنے والا اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی خوشخبری کہ جس کا نام احمد ہے، دینے والا ہوں)تو یہ ماہتاب عیسیٰؑ ہیں اور آفتاب محمد ﷺ ہیں۔تو جیسے آفتاب دنیا کا دعویٰ صحیح ہے کہ اس کے بعد کوئی ستارہ نہیں آئے گا اسی طرح محمد ﷺ کا دعویٰ "وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي "[33] صحیح ہے نہ آفتاب آسمان کے بعد کوئی ستارہ طلوع ہو گا اور نہ ہی آفتاب نبوت کے بعد کوئی ستارہ نبوت آئے گا یہاں تک کہ یہ دنیا ختم ہو جائے کیونکہ آفتاب کا نور اتنا واضح ہے کہ روشنی کی مزید ضرورت ہی نہیں رہی اور نہ ہی کوئی اس کے جلوے کے سامنے ٹھہر سکتا ہے اسی طرح محمد ﷺ کے نور نبوت نے ھدایت کی تمام ضرورتیں پوری کر دی ہیں اب کسی اور کی ضرورت نہیں رہی آپ ہی خاتم النبیین اور آخر النبیین ہیں۔[34]

رسول اللہ ﷺ کا علم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواس خمسہ عطا کیے ہیں اور ہر ایک علم کا ذریعہ ہے ہر ایک سے علم حاصل ہوتا ہے جیسے انسان آنکھ سے دیکھتا ہے تو اس سے صورتا علم حاصل ہوا جس چیز کو دیکھا تو اس کے رنگ وصورت کی پہچان ہو گئی۔کانوں سے سنا تو آوازوں کو پہچان لیا، ناک کا کام

سونگھنا ہے تو سونگھنے سے خوشبو و بدبو کی پہچان ہوئی، زبان کا کام چکھنا ہے اس سے میٹھے کڑوے کا علم حاصل ہوا تو اس چہرے میں ہر ایک حس نے اپنا اپنا کام کیا آنکھ سے آواز کی پہچان نہیں کی جاسکتی زبان سے گلاب و چنبیلی کی خوشبو نہیں محسوس کی جاسکتی اسی طرح ایک حس سے دوسری حس کے خاصہ کا علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک کا جو کام ہے وہ اسی کی حد تک محدود ہے اور ان سب کو اللہ تعالیٰ نے ایک حس مشترک میں جمع کر دیا ہے اور یہ تمام حواس اسی کی بدولت کام کرتے ہیں اور وہ دماغ کا ابتدائی حصہ ہے جسے ام الدماغ کہتے ہیں یعنی اگر یہ حس مشترک موجود نہیں یا حاضر نہیں تو آنکھ، کان، ناک اور زبان اپنا کام نہیں کرتے ان عالم حسیات کا تمام علم ام الدماغ پر منحصر ہے اسی میں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ جمع کر دیا ہے کیونکہ انسان جس چیز کو دیکھتا ہے پھر آنکھ بند کرلیتا ہے یا وہ صورت آنکھوں سے اوجھل کر دی جاتی ہے تو اس کو صرف دماغ ہی کی وساطت سے محسوس کیا جاسکتا ہے اس کا نقش دماغ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح باقی حواس کا حال ہے کہ ان کے علوم بھی دماغ میں محفوظ ہو جاتے ہیں اس لیے دماغ کے اس ابتدائی حصہ کا علم زیادہ ہے اور اسی وجہ سے اس کی فضیلت بھی تمام حواس سے زیادہ ہے بلکہ دماغ ہی ان تمام حواس کا اصل ہے اور ان تمام حواس کا علم دماغ ہی پر منحصر ہے تو تمام علوم کا خزانہ دماغ ہوا اسی سے سب حواس کو علم حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح تمام حواس کا دماغ سے تعلق ہے اور تمام حواس کا علم دماغ پر منحصر ہے بعینہ انبیاؑ کا معاملہ اس کے مطابق ہے۔ ہر نبی کو ایک خاص علم عطا کیا گیا جیسے آدمؑ کے بارے فرمایا: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا [35] (اور اللہ نے آدم کو اسما کا علم دیا) یوسفؑ کے بارے فرمایا: رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ [36] (اے میرے رب مجھے آپ نے حکومت چلانے اور خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا) خضرؑ کے بارے فرمایا: وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْماً [37] (اور ہم نے اس کو اپنی طرف سے علم عطا کیا یعنی علم لدنی) داودؑ کے بارے فرمایا: وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ [38] (اور ہم نے اسے زرہ سازی کا علم دیا) سلیمانؑ کے بارے فرمایا: عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ [39] (ان کو ہم نے [40] پرندوں کی آوزوں کا علم عطا کیا) اسی کے ساتھ ان کو مبعوث کیا گیا ان کی مثال ان حواس یعنی ناک، کان، زبان اور آنکھ کی سی ہے اور ان کے سارے علوم کا منبع و سرچشمہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہیں تو آپ کی حیثیت ام الدماغ کی سی ہے۔ تمام انبیاؑ کا علم آپ کے دماغ میں محفوظ کر دیا گیا ہے اسی لیے آپ نے فرمایا: اوتیت علم الاولین والآخرین (مجھے پہلے لوگوں یعنی تمام انبیاؑ کا علم اور پچھلے لوگوں یعنی قیامت تک کا علم دیا گیا ہے) تو آپ ﷺ تمام علوم کے جامع ہوئے اور آپ کا علم تمام انبیاؑ سے زیادہ ہوا۔ تمام انبیاؑ کا علم آپ ہی کی بدولت ہے۔ آپ نے فرمایا: انا نبی الانبیاؑ (میں نبیوں کا نبی ہوں) یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ [41] (اور جب اللہ نے نبیوں سے میثاق لیا کہ جب میں نے تمہیں کتابیں اور حکمت دیں تو پھر تمہارے پاس وہ رسول آیا جو تمہاری کتب کی تصدیق کرتا ہے تو تم اس پر ایمان لاو) تو سارے نبیوں کو پابند کیا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کو تمام نبیوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔[42]

دین محمدی کی تکمیل اور ابدیت

جب کسی بچے کی ولادت ہوتی ہے تو اسے جو کرتا پہنایا جاتا ہے وہ ایک بالشت یا بچے کی قدو قامت کے لحاظ سے ہوتا ہے اور جوں جوں بچے کا جسم بڑھتا جاتا ہے تو اس کا کرتا بھی اس کے جسمانی تناسب سے بڑھایا جاتا ہے یہاں تک کہ بلوغت و جوانی کا دور آتا ہے تو اس کا جسم بھی بڑھتا جاتا ہے اور اس کے مطابق کرتا بھی پیمائش میں بڑا کیا جاتا ہے اسی طرح جب وہ تیس سال کا یا اپنی نشوونما کی آخری حد کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا لباس بھی پیمائش میں آخری درجہ کا ہو جاتا ہے اب کیونکہ اس کی جسمانی پیمائش رک جاتی ہے اس کا جسم اپنی پیمائش کی تکمیل کو پہنچ جاتا

ہے اس لیے اس کا کرتا بھی اسی مقدار میں آخری درجہ کا ہوتا ہے اب موت تک اس کا جسم اور کرتا نہ بڑھتا ہے اور نہ گھٹتا ہے۔ دین کا معاملہ بھی اسی طرح ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلامَ دِيناً [43] (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا) اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ دین تو تمام نبیوں کا ایک ہی ہے شرائع آتی رہیں۔ آدمؑ سے محمد ﷺ کا ایک ہی دین رہا ضرورت کے مطابق اس کا قد و قامت بڑھتا رہا یعنی آدمؑ کے وقت دین چھوٹا تھا، نیا نیا ملا تھا اس لیے اس میں عبادات کی موجودہ صورت نہ تھی بلکہ اس وقت کی نماز میں رکوع و سجود نہ تھے جیسے جیسے دین کی قامت میں اضافہ ہوتا گیا تفصیلات دین میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ محمد ﷺ آئے تو دین کا لباس جوان ہو گیا ہے اب نشوونما کی آخری حد ہے یعنی دین کا لباس مکمل ہو گیا ضروریات دین کی ہر صنف کی تکمیل کر دی گئی اب دین میں اضافہ اور کمی کی گنجائش نہیں رہی اصول و فروع سب کی تکمیل ہو گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وتفصیلا لکل شیئ (ہم نے ہر چیز کی تفصیل کر دی ہے) اس لیے دین اسلام کا دوسری شرائع سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دوسری شرائع کا لباس اسلام سے چھوٹا ہے۔ اب یہی دین و شریعت قیامت تک کے لیے ہے۔ آپ ﷺ کے احکام ایسے ہی ہیں جیسے جوان ہے کہ ان کا قد و قامت مکمل ہے۔ [44]

ہر امت کی ذہنیت اس کے نبی و مربی کی ذہنیت کا عکس ہوتی ہے

ہر نبی میں جو وصف و خوبی غالب ہوتی ہے جو نبی کی ذہنیت ہوتی ہے بلکہ وہ وصف خاص جس کی بدولت رسول حق تعالیٰ سے استفادہ کرتا ہے اور پھر اسی کے ذریعہ امت کو بھی نفع ہوتا وہی چیز اشاعت تبلیغ دین میں کارآمد اور زیادہ سود مند ہوتی ہے وہی رنگ وہی ذہنیت و وصف امت میں بھی غالب نظر آتا ہے اور امتیں اسی میں ترقی کرتی ہیں مجموعی حیثیت سے امت اسی ذہنیت کی عکاس ہوتی ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات میں سلامیت و تنزہ یعنی بچاؤ و احتراز غالب تھا اسی طرح ان کی امت میں یہ ذہنیت غالب تھی۔ اہل مکہ اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے اور سمجھتے تھے اور ان کی ذہنیت میں یہ اثر پایا جاتا تھا اگرچہ انہوں نے حد سے زیادہ غلو کیا مگر حرز و احتراز کی صفت اسی طرح پائی جاتی تھی جیسے مقتدا کی صفت تھی۔ معمولی معمولی توہمات میں مبتلا ہوتے تو فوری بچاؤ کی تدابیر کرتے تھے ذرا سی بدشگونی ہو گئی تو اپنے سفر کی سمت ہی بدل ڈالتے تھے کوا اڑتا دیکھا تو سفر ہی ملتوی کر دیا کسی بات سے خوف پیدا ہوا یا کوئی حادثہ رونما ہوا تو فوری نحوست کے دن یا نحوست سے کسی چیز کو لازم قرار دیا۔ اسی طرح کے کئی امور اور باتیں مثلاً جادو، عملیات وغیرہ سے بچاؤ کی تدابیر کرتے تھے اور یہی بچاؤ واحتراز کی ذہنیت ہی ان میں شرک کا سبب بھی بنی کیونکہ جو پیغمبر کی ذہنیت تھی اس کی اصل روح کھو دی تھی اب صرف ذہنیت ہی رہی تھی۔ [45] موسیٰ علیہ السلام کی ذات میں تقلیب انواع اور ماہیات کی تبدیلی کی شان غالب تھی جسے وہ صرف حق کے لیے اور اشاعت دین کے لیے استعمال کرتے تھے اسی طرح ان کی امت میں بھی یہی وصف غالب ہے اور آج تک موجود ہے جیسے ان کے لیے مردار کی چربی حرام تھی مگر انہوں نے اس کو فروخت کر کے یعنی زر و مال سے تبدیل کر کے استعمال کیا اور کہا کہ ہم تو چربی نہیں کھاتے بلکہ اس سے حاصل شدہ مال یا زر پاتے ہیں اسی طرح یوم السبت کو مچھلی کے شکار کی ممانعت کے باوجود حیلہ سازی سے شکار کرنا گوسالہ پرستی کرنا وغیرہ سب امور شان تقلیب ہی کی وجہ سے ہیں جن کا بنی اسرائیل نے ناجائز استعمال کیا ہے اس شان کی اصل روح کو کھو دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شان مصوری اور احیا اجسام و مجسمہ سازی کا فن عطا کیا تھا جسے وہ تبلیغ دین کے لیے استعمال کرتے تھے اسی وصف و معجزہ کے ذریعہ انہوں نے اپنی امت کی تربیت کی اس لیے ان کی امت بھی اسی ذہنیت کے مطابق چلی، امت مسیحیہ کی عمومی ذہنیت بھی یہی ہے جسے انہوں نے غلط اور ناجائز استعمال کیا غلو سے کام لیا جیسا کہ آج تک دیکھا جائے تو مصوری اور مجسمہ سازی میں مسیحیت کی مہارت اور روزافزوں ترقی اسی شان

احیاً اجسام کی وجہ سے ہے جو پیغمبر کو عطا ہوئی تھی۔ عیسیٰؑ پرندے کے مجسمے بناتے تھے اور ان میں پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو کر اڑنے لگتا تھا آج مسیحی قوم نے بھی لوہے اور دوسری چیزوں سے کھلونے بنائے ہیں اور اس میں روح تو نہ ڈال سکے مگر برقی تاروں اسپرنگوں یا پٹرول وگیس کے ذریعہ چلایا اور اڑایا جاتا ہے لوہے کے انسان بنا کر برقی تاروں کے ذریعے اس سے پورا کام لیا جاتا ہے وہی پتلا ہوٹلوں میں کام کرتا ہے۔[46] امت مسلمہ خیر الامم جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ"[47] (تم بہترین امت ہو تمہیں لوگوں کے نفع رسانی کے لیے نکالا گیا اچھائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو) یہ ایک علمی امت ہے اس کی ذہنیت بھی اپنے مربی اعظم اور پیغمبر اعظم کی ذہنیت کی عکاس ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ذات میں شان علم وادراک اور بصیرت ومعرفت کی شان غالب تھی اسی طرح امت میں بھی یہ شان غالب ہے۔ یہ امت علمی مدارک اور کمالات میں امم سابقہ سے برتر اور آگے ہے کیونکہ پیغمبر اعظم کا یہ وصف غالب تھا۔ اس امت نے ہر صنف علم میں عروج وترقی کی تصنیف وتالیف کا میدان ہو یا تقریر وخطابت کا میدان اس امت سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا جتنی بھی علمی خدمات آج دنیا میں موجود ہیں یا ہو رہی ہیں یہ اسی امت کے کارہائے نمایاں ہیں اور یہ سب محمد عربی ﷺ کی شان علم کی وجہ سے ہیں۔[48]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مولانا قاری طیب قاسمی صاحب اپنے زمانے کے بہترین خطیب، واعظ ومبلغ بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک منفرد سیرت نگار بھی تھے اور ان کا سیرت نگاری میں منفرد انداز سیرت نبویہ کے مباحث کو تمثیلات کے ذریعہ آسان ودل نشیں کر کے بیان کرنا ہے۔ اس مختصر مقالے میں ان کے سیرت نگاری کے اسلوب تمثیلی کی یہ چند امثلہ بیان کی گئی ہیں: قرآنی آیت سراجا منیرا کا مصداق، رسول اللہ ﷺ کی دوولادتیں روحانی وجسمانی، رسول اللہ ﷺ کی تکالیف تمام انبیا سے زیادہ ہیں، رسول اللہ ﷺ کا علم، ختم نبوت کا مفہوم اور دین کی تکمیل جیسے اہم مباحث سے متعلق جو شریعت کی تعبیرات ہیں ان کو ایسے سہل انداز و پیرائے میں بیان کیا جو بجا طور پر سیرت نگاری میں ایک منفرد انداز کے ساتھ ساتھ بہترین انداز تفہیم بھی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات (References)

[1] بلاگ الجامعۃ الاسلامیہ وقف دیوبند

Blag Al-Jamia' Al-Islamiyyah Waqf Deoband

[2] مولانا غلام نبی قاسمی ومحمد شکیب قاسمی، حیات طیب، حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم، دیوبند، رجب المرجب ۱۴۳۵ھ۔ مئی ۲۰۱۴، ج۱، ص ۴۱

Mawlanā Ghulam Nabi Qasemi and Muhammad Shakib Qasemī, Hayat Tayyib, Hajjit al-Islam Akiyami, Dar al-Ulum, Deoband Anjaya, Rajab al-Marjib 1435 AH. Mei 2014, Vol. 1, p. 41

[3] ایضاً حوالہ بالا مذکورہ، ج۲، ص ۳۰۹۔ محمد ادریس ہوشیارپوری، خطبات حکیم الاسلام، مکتبہ عمر فاروق، کراچی، اکتوبر ۲۰۱۱، ج۱، ص ۱۰۳

Ibid,VOL.2,P.309. Muhammad Idris Hoshiarpūrī, khutbat hakīm ul islam, Maktabah Omar Farūq, Karachi, October 2011, vol. 1, p. 103

[4] خطبات حکیم الاسلام، ج۱، ص ۱۰۴ تا ۱۱۵

khutbat hakīm ul islam,vol. 1,p.104 to 115

[5] محمد بن أحمد بن الأزهري الهروي، أبو منصور، تهذيب اللغة، دار إحياء التراث العربي بيروت، 2001م، ج۱۵، ص ۷۲

Muhammad ibn Ahmad ibn al-Azharī al-Harawi, Abū Mansour , refining the language, Dar Ihyā al turas Al arabi, Beirūt, 2001 AD, vol. 15, p. 72

[6] مرتضى، الزّبيدي محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق، تاج العروس من جواهر اللغة، دار الهداية، الكويت، ج۳۰، ص ۳۸۳

Murtada, Al-Zubaidī, Muhammad bin Muhammad bin Abdul Razzaq,Taj al Urūs min Jwahir allughah, Dar Al-Hidaya koyit, vol. 30, p. 383

[7] محمد بن علي ابن القاضي محمد حامد بن محمّد صابر، موسوعة كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، مكتبة لبنان ,بيروت، 1996م. ج ۱، ص ۵۰۶

Muhammad bin Ali Ibn al-Qāzi Muhammad Hamid bin Muhammad Saber al ‹Mawsūah Kashaf e Istilahat al Funūn, maktabah Lebanon , Beirut, 1996 AD, vol. 1, p. 506

[8] سورہ سباء، ۳۴: ۱۳

Surah Saba', 34: 13

[9] سورہ الانبیا، ۲۱: ۵۲

Surah Al-Anbiyā, 21: 52

[10] الطبري محمد بن جرير بن يزيد، أبو جعفر، جامع البيان في تأويل القرآن، مؤسسة الرسالة بيروت، 1420ھ - 2000م، ج ۱۳، ص ۸۰

Al tabrī Muhammad bin Jarir bin Yazid, Jāmi’ al-Bayan fi Tāwil al Qur’an, Muassasah Al-Risala, Beirūt, 1420 AH - 2000 AD, vol. 13, p. 80

[11] سورہ البقرہ، ۲: ۲۱۴

Surah Al-Baqarah 2:214

[12] سورہ البقرہ، ۲: ۲۶۱

Surah Al-Baqarah 2:261

[13] أبو داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسي، مسند أبي داود الطيالسي،، دار هجر مصر، 1419ھ - 1999م، ج ۴، ص ۱۷۰۔ محمد بن البخاري محمد بن إسماعيل أبو عبدالله الجعفي، صحيح البخاري، دار طوق النجاة مصر، 1422ھ، ج ۱، ص ۳۳، ح ۱۱۰

Abu Dawūd Suleiman bin Dawūd bin Al-Jarud Al-Tayālisī, Musnad Abi Dawūd Al-Tayalisi, Dar Hajar Egypt, 1419 AH - 1999 AD, vol.4 , p. 170. Muhammad ibn al-Bukhari Muhammad ibn Ismail Abu Abdullah al-Ja’fi, Sahih al-Bukhārī‹ Dar Tuq al-Najat Egypt, 1422 AH, vol. 1, p. 33, Hadith 110

[14] مسند أبي داود الطيالسي، ج ۱، ص ۴۸۱، ح ۵۹۰

Musnad Abi Dawūd al-Tayālisī, Volume 1, pg. 481, hadith 590

[15] سورہ النور، ۲۴: ۳۵

Surah An-Nur 24:35

[16] سورہ ابراہیم، ۱۴: ۲۵

Surah Ibrahīm, 14: 25

[17] ڈاکٹر علامہ خالد محمود، آثار التنزیل، دار المعارف اردو بازار لاہور، ج ۲، ص ۱۸۶ و ۱۸۷

Allāma Khalid Mahmud, Athar al-Tanzil, Dar al-Maarif ,Lahore, vol. 2, p. 186 and 187

[18] البيهقي أحمد بن الحسين، شعب الإيمان، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع، الرياض، 1423ھ - 2003م، ج ۳، ص ۵۴۸، ح ۲۰۹۵

Al-Bayhaqī Ahmed bin Al-Hussein, Shoab ul Iman, the investigator Dr. Abdul-Ali Abdul Hamid Hamid, owner of the Salafi House in Bombay - India, Al-Rushd Library for Publishing and Distribution in Riyadh, 1423 AH - 2003 AD, vol. 3, p. 548, Hadith 2095

[19] مولانا خالد محمود صاحب، امثال القرآن، بیت العلوم,لاہور، ص ۹

Maulanā Khālid Mahmoud Sahib, Amsal al Qur’an, Baitul Ulūm, Lahore, p.9

[20] عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي، الإتقان في علوم القرآن، الهيئة المصرية العامة للكتاب، 1394ھ / 1974م، ج ۴، ص ۴۴

Abd al-Rahman ibn Abi Bakr, Jalal al-Din al-Suyutī , Al itqān fi Ulūm al Qur’an, Alhaiah al misriah alaamah lilkitab 1394 AH / 1974 AD, vol.4,p.44

[21] الزركشي أبو عبدالله بدر الدين محمد بن عبدالله بن بهادر، البرهان في علوم القرآن، دار المعرفة، بيروت، لبنان، 1376ھ - 1957م، ج ۱، ص ۴۸۸

Al-Zarkashī Abu Abdullah Badr al-Din Muhammad bin Abdullah bin Bahader, Al Burhān fi Ulūm Al Qur’an, Dar al-Maarifa, Beirut, Lebanon, 1376 AH - 1957 AD vol.1, p. 488

[22] مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی صاحب، قرآن مجید کے ادبی اسرار و رموز، مکتبۃ الفقیر، فیصل آباد، ۱۹۹۹، ص ۱۰۳

Maulanabir Zulfiqar Naqshbandī Sahib, Quran majid k adabi asrar o rumūz, Maktaba al faqīr, Faisalabad, 1999, p. 103

23 سورہ آل عمران، ۳: ۱۵۹

Surah Al Imran, 3:59

24 جامع البیان في تأویل القرآن، ج۶، ص۴۶۷

Jami' al-Bayan fi Tawīl al Qur'an, vol. 6, pg. 467

25 سورۃ الاحزاب، ۳۳: ۴۶

Surat Al-Ahzab, 33: 46

26 حکیم الاسلام مولانا قاری طیب قاسمی صاحب، آفتاب نبوت، ادارہ اسلامیات لاہو، ۱۹۸۰، ص۱۴و۱۵

Hakīm Islam Maulana Qarī Tayyib Qasimi Sahib, Aftāb e Nabout, Idare Islāmiat Lahore, 1980, p. 14-15

27 خطبات حکیم الاسلام، ج۱، ص۱۴۰

khutbat hakeem ul islam,vol. 1,p.140

28 سورہ الاحزاب، ۳۳: ۶۹

Surah Al-Ahzab, 33: 69

29 سورہ کہف، ۱۸: ۶

Surah Kahf, 18:

30 خطبات حکیم الاسلام، ج۱، ص۱۶۳و۱۶۴

khutbat hakīm ul islam,vol. 1,p.163 and 164

31 خطبات حکیم الاسلام، ج۱، ص۱۶۴تا۱۶۷

Khutbāt e hakīm ul islam,vol. 1,p164 to 167

32 سورۃ الصف، ۶۱: ۶

Surah al-Saff, 61: 6

33 أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني, مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، 1421ھ - 2001م، ج۳۷، ص۷۸، ح۲۲۳۹۵

Abu Abdullah Ahmad bin Muhammad bin Hanbal bin Hilal bin Asad Al Shaibanī , Musnad of Imam Ahmad bin Hanbal, Muassasah Al-Resala, 1421 AH - 2001 AD, vol. 37, p. 78, Hadith 22395

34 آفتاب نبوت، ص۸۰و۸۲

Aftāb Nabout,p.80 and82

35 سورہ البقرہ، ۲: ۳۱

Surah Al-Baqarah 2:31

36 سورہ یوسف، ۱۲: ۱۰۱

Surah Yusuf, 12: 101

37 سورۃ الکہف، ۱۸: ۶۵

Surat Al-Kahf, 18: 65

38 سورۃ الانبیا، ۲۱: ۸۰

Surah Al-Anbiya, 21: 80

39 سورۃ النمل، ۲۷: ۱۶

Surah An-Naml, 27: 16

41 سورۃ آل عمران، ۳: ۸۱

Surat Al-Imran 3: 81

42 خطبات حکیم الاسلام، ج۱، ص۱۸۲تا۱۸۷

khutbāt e hakīm ul islam,vol. 1,p182 to187

43 سورۃ البقرہ، ۲: ۱۳۲۔ سورۃ المائدہ، ۵: ۳

Surat Al-Baqara, 2:132. Surah Al-Ma'idah, 5:3

[44] خطبات حکیم الاسلام، ج ۲، ص ۴۵ و ۴۶

khutbāt hakīm ul islam,vol. 2,p45 and46

[45] مولانا قاری طیب قاسمیؒ، تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام، ندوۃ المصنفین, دہلی، ص ۲۶

Maulanā Qarī Tayyib Qasimi, Talimāt e Islam aor Masihī aqwām, Nadwah al Musannifin, Dhalī, p. 26

[46] تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام، ص ۲۸ و ۲۹

Talimāt e Islam aor Masihī aqwām, p.28 and 29

[47] سورۃ آل عمران، ۳: ۱۰۱

Surat Al Imran 3: 101

[48] تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام، ص ۶۰ و ۶۱

Talimāt e Islam aor Masihī aqwām, Nadwah al Musannifin,p.60 and61